AL-AẒWĀ الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 35, Issue, 54, 2020
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

قرآنی اصطلاح الجاهلية: ایک تحقیقی مطالعہ

Qur'ānic Terminology *Al-Jāhiliyyah*: A Research Based Study

عرفان خالد ڈِھلّوں*

محمد طاہر مصطفیٰ**

Abstract:

Arabic word *Al-Jāhiliyyah* in its linguistic meaning is "the ignorance". But as a *Qur'ānic* terminology, it does not mean the ignorance or lack of knowledge, education, information or awareness in general sense. The Holy *Qur'ān* takes the word *Al-Jāhiliyyah* as an age before the dawn of Islamic civilization of which foundation was laid by the Holy Prophet ﷺ. People before the dawn of Islam were ignorant of the laws of Allah Almighty and the messages of His Holy Prophets peace be upon them. They left and rejected those laws and messages and followed their own rituals which were damaging their rights and moralities. In brief this term is used as an antonym to Islam. The Holy *Qur'ān* mentions the term *Al-Jāhiliyyah* in four aspects: *Ẓann Al-Jāhiliyyah* i.e. false thought about Allah, thought fit for the age of idolatry, *Ḥukm Al-Jāhiliyyah* i.e. Law of Ignorance, *Tabarruj Al-Jāhiliyyah* displaying the fineries as women as done in the days of ignorance and *Ḥim'yatul Jāhiliyyah* i.e. the arrogance of paganism. The Muslim scholars have view point of a "modern *Jāhiliyyah* ". It means that any society even after the dawn of Islam, stands on the laws repugnant the injunctions of Islam, is ignorant and is in the state of *Jāhiliyyah*. This article explores *Qur'ānic* the term *Al-Jāhiliyyah* in the light of the revealed texts of the Holy *Qur'ān*, the sayings of the Holy Prophet ﷺ, the views of Muslim predecessor and successor scholars and examples from the human history.

Keywords*:* *Al-Jāhiliyyah*. Ignorance. *Ẓann Al-Jāhiliyyah*. *Ḥukm Al-Jāhiliyyah*. *Tabarruj Al-Jāhiliyyah*. *Ḥim'yatul Jāhiliyyah*. Ancient *Jāhiliyyah*. Modern *Jāhiliyyah*.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، پاکستان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، پاکستان

تمہید و تعارف

فرد کی طاقت اس کا معاشرہ، معاشرے کی پہچان اس کی تہذیب اور تہذیب کا اظہار اس کے تمدّن سے ہوتا ہے۔ ہر تہذیب و تمدّن کی اٹھان کچھ اساسیات پر ہوا کرتی ہے۔ اسلام بھی ایک معاشرہ تشکیل کرتا ہے جس کی تہذیب و تمدّن کے لیے رہنما اصول وضع ہیں۔ ان اصولوں کی بنا پر ایک اسلامی معاشرہ دیگر معاشروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اسلام نے ایمان کی بنیاد پر انسانوں کی چار اقسام بتائی ہیں: مومن جو اسلام پر ایمان لے آئے، کافر جو اسلام کا انکار کر دے، منافق جو بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر دل سے مسلمان نہیں ہوتا اور مرتد جو قبولِ اسلام کے بعد اسے چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح اسلام انسانی معاشروں میں فرق بھی کرتا ہے۔ وہ اپنے تہذیبی و تمدنی اصولوں پر قائم معاشرے کو اسلامی اور کسی مدّمقابل معاشرے کو جاہلی معاشرہ قرار دیتا ہے۔ جاہلی معاشرے کی تہذیبی و تمدّنی حالت کے لیے قرآن مجید میں الجاھلیۃ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی اصطلاح الجاھلیۃ کا علمی مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ ان چار بحثوں تک محدود ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ مضمون کے آخر میں اس اصطلاح کی عصری معنویت پر بھی بحث کی گئی ہے۔

الجاھلیۃ کا معنیٰ و مفہوم

جاھلیۃ اسم مؤنث ہے جو اسم فاعل جاہل کی طرف منسوب ہے اور یہ کلمہ جاہل سے مصدر ہے۔ الْجَهْلُ ضِدُّ الْعَلَمِ [1] (1) علم کی ضد جہل ہے۔ احمد امین مصری (م1954ء) کے مطابق جاہلیت کا لفظ اس جہل سے ماخوذ نہیں ہے جو علم کی ضد ہے، بلکہ یہ اس جہل سے مشتق ہے جس کے معنی بیوقوفی، غصہ اور عصبیت کے ہوتے ہیں[2]۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جبکہ انہوں نے ایک آدمی کو اس کی ماں کا نام دے کر عار دلائی، فرمایا تھا: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، بیشک تم ایسے آدمی ہو جس میں زمانہ جاہلیت کا کچھ اثر ابھی باقی ہے[3]۔ محمد بن علی تھانوی (م بعد 1158ھ) لکھتے ہیں: جاہلیت سے مراد اہل عرب کی وہ حالت ہے جو جہالت، گمراہی، عصبیت کی تحکیم اور وثنیت پر قائم تھی[4]۔ مولانا مودودی (م1979ء) کے مطابق جاہلیت سے مراد اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرزِ عمل ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو[5]۔ اس اصطلاح کا اطلاق اس زمانی وقفہ پر بھی کیا جاتا ہے جو دو نبیوں کی بعثت کے درمیان ہوتا ہے۔ سید احمد حسن محدث دہلوی (م1920ء) لکھتے ہیں: جاہلیت اس زمانہ کو کہتے ہیں جس میں کوئی نبی روئے زمین پر نہ ہو[6]۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے نبی کے بعد اور آئندہ نبی کے ظہور سے قبل اس درمیانی زمانہ میں لوگ اللہ کے

احکام اور نبی کی تعلیمات کو بھول چکے ہوتے ہیں۔ الٰہی تعلیمات کے مخالف کسی قانون و نظامِ حیات کو اختیار کر لینا جہالت اور ایسا زمانہ جاہلیت کا زمانہ ہے۔ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ، کبھی کوئی نبوت نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس سے قبل جاہلیت کا زمانہ تھا[7]۔ لفظ "جاہلیت" کا اطلاق زمانہ پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن و سنّت میں اس کا ذکر غالب طور پر آیا ہے اور یہ اسم اہلِ زمانہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے[8]۔

لفظ "جاہلیت" کا بطور اصطلاح استعمال ظہورِ اسلام کے ساتھ مکّی دور ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اسلام کے مخالف طرزِ زندگی کو جاہلیت قرار دیا جانے لگا تھا۔ اسلامی اور جاہلی معاشرتی زندگی کے مابین فرق کو بہترین انداز میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں بیان کیا تھا[9]۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلام کے آفاقی نظریہ حیات پر معاشرہ کی تشکیل خود رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے ہو چکی تھی۔ یہ معاشرہ جاہلیت کے معاشرہ سے یکسر مختلف تھا۔ احمد امین مصری (م 1954ء) نے اس تبدیلی کی وضاحت مشہور مستشرق گولڈ زیہر (م 1921ء) کے الفاظ میں یوں کی ہے: "زمانہ جاہلیت میں جو چیزیں زندگی کا بلند معیار ہوتی تھیں وہ اسلامی دور میں زندگی کا بلند معیار نہیں رہیں۔ مثلاً اسراف کی حد تک سخاوت زمانہ جاہلیت میں زندگی کا بلند معیار تھیں مگر اسلام نے اسراف کو قطعاً پسند نہیں کیا۔ انتقام لینے میں مجرم اور مجرم کے قبیلہ اور اعزاء میں فرق نہ کرنا قطعاً اسلامی تعلیمات کے منافی ہے مگر یہی چیز زمانہ جاہلیت کے عربوں میں نہایت مستحسن شمار ہوتی تھی۔ قبیلہ کے لیے مکمل خلوص خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر، قطعاً غیر اسلامی معیارِ زندگی تھا۔ اس کے برعکس اسلامی زندگی کا معیار حق کا ساتھ دینا ہے خواہ اس کے لیے اپنے خاندان اور کسی قریب ترین عزیز بلکہ خود اپنی ذات تک ہی کو نشانہ انصاف کیوں نہ بننا پڑے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے عربوں کے سامنے اقدار کی قیمتیں ہی بدل دی تھیں۔ جو چیزیں ان کے ہاں قدیم الایّام سے حسنات شمار ہوتی آرہی تھیں وہ اب سیئات میں شمار ہوتی تھیں اور جو چیزیں سیئات میں شمار ہوتی تھیں ان کا شمار اب حسنات میں ہونے لگا"[10]۔

قرآنی اصطلاح الجاهلية

قرآن مجید کی مدنی سورتوں میں "جاہلیت" کا تذکرہ چار صورتوں کے ساتھ کیا گیا ہے: جاہلیت کا ظن (ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ)، جاہلیت کی حمیّت (حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ)، جاہلیت کا حکم (حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ) اور جاہلیتِ اولیٰ کا تبرّج

(تَبَرُّجُ الْجَاهِلِيَّةِ الأُوْلَىٰ)۔ یہ جاہلی صورتیں آج بھی ایک اسلامی معاشرے کے لیے انتہائی خطرناک ہیں اور ان کا فوری سدباب اسی طرح ضروری ہے جیسے پہلے کیا گیا تھا۔

جاہلیت کا ظن (ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ) :

لغت میں "ظن" سے مراد ایسا اعتقاد ہے جو یقین و شک کے مابین متردد ہوتا ہے[11]۔ انسان کے اعتقاد کا اس کے عمل سے گہرا تعلق ہے۔ صحیح ظن درست عمل کی طرف لے کر جاتا ہے اور غلط عمل کے پیچھے غلط ظن ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اسلام نے ایمان کے اعتبار سے انسانوں کی چار اقسام بیان کی ہیں۔ ایمان کا تعلق انسان کے قطعی اعتقاد سے ہوتا ہے۔ مدینہ میں مسلمانوں اور کفار کے علاوہ ایک گروہ منافقین کا بھی موجود تھا جو بظاہر مسلمان مگر دل سے اسلام کے خلاف تھے۔ چونکہ ان کا ظن واعتقاد غلط تھا اس لیے ان کی سرگرمیاں بھی قابلِ اعتراض تھیں۔ وہ لوگ اسلامی معاشرے میں فکری انتشار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ غزوہ احد (3ھ) کے موقع پر منافقین نے فکری محاذ پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ قرآن مجید نے بروقت اس کا تدارک کیا۔ منافقین کو بتا دیا گیا کہ ان کا اختیار کردہ ظن جاہلیت پر مبنی ہے۔

غزوہ احد (3ھ) میں مسلمانوں پر اچانک دو اطراف سے حملہ ہوا تھا۔ اس سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا۔ منافقین نے کہا: اگر اس کام میں ہمارا کچھ دخل ہوتا تو ہم یوں مارے نہ جاتے۔ قرآن نے ان پر واضح کر دیا: ﴿وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[12] اور ایک گروہ جسے صرف اپنی جانوں کی فکر تھی وہ اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلیت کے گمان (ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ) کرنے لگا۔ زمخشری (م538ھ) کا بیان ہے: یہاں اس سے مراد ہے اہلِ جاہلیت جیسا ظن یعنی وہ منافقین اہلِ شرک جیسا ظن و اعتقاد کرتے ہیں جو کہ اللہ کے بارے میں جاہل تھے[13]۔ حافظ ابن قیّم (م751ھ) نے لکھا ہے: منافقین نے اللہ کی تقدیر کو جھٹلایا تھا۔ ان کی تکذیب بالقدر کو ظن الجاہلیہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا گیا جو وہ کہتے تھے کہ اگر معاملہ ہمارے ہاتھ ہوتا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی ہماری بات مان لیتے تو انہیں جانی نقصان نہ اٹھانا پڑتا بلکہ ان کو فتح حاصل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور اپنے رسول ﷺ سے کہہ دیا کہ آپ ان لوگوں پر یہ واضح کر دیں کہ ﴿إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾[14] بیشک صرف اللہ تعالیٰ ہی کا سارا حکم ہے[15]۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م1810ء) لکھتے ہیں: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق نازیبا گمان رکھتے تھے یعنی یہ گمان رکھتے تھے کہ اللہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی مدد نہیں کرے گا۔ وہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ اگر

محمد ﷺ نبی ہوتے تو ہم مارے نہ جاتے۔ انہیں بتادیا گیا کہ حکم سارا اللہ ہی کا ہے وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جیسی منشا ہوتی ہے کرتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ حقیقی غلبہ تو اللہ اور اس کے دوستوں ہی کو حاصل ہے۔ اللہ کا گروہ ہی غالب رہتا ہے لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے بعض اوقات اس کا (عارضی طور پر) ظہور نہیں ہوتا[16]۔

مولانا امین احسن اصلاحی (م1997ء) لکھتے ہیں: ﴿يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ میں ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ "غیر الحق" کی وضاحت ہے اور مقصود اس وضاحت سے ان کے خیال کے گھنونے پن کو ظاہر کرنا ہے کہ باوجود یہ کہ وہ لوگ مسلمان بنے پھرتے ہیں لیکن اب تک اللہ تعالیٰ کی صفات اور انسانی زندگی سے اس کے تعلق کے باب میں ان کے خیالات و تصوّرات وہی ہیں جو زمانہ جاہلیت کی تاریکی میں تھے[17]۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق باطل اعتقادات رکھنا ظنِ جاہلیت ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ تقدیر پر ایمان لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں۔ ساری کائنات میں صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے۔ تقدیر کو جھٹلانا جاہلیت ہے۔

جاہلیت کی حمیّت (حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ)

امام طبری (م310ھ) اور امام قرطبی (م671ھ) نے لکھا ہے: حمیّت سے مراد ضد ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص حمیّت والا ہے یعنی جب وہ غصہ میں آتا ہے اور ضد کرتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: حميتُ عن كذا یعنی میں نے اس کام سے اجتناب کیا کیونکہ ایسا کرنا میرے لیے باعثِ شرم عار تھا[18]۔ مولانا مودودی (م1979ء) کے مطابق جاہلانہ حمیّت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص محض اپنی ناک کی خاطر یا اپنی ذات کی پچ میں جان بوجھ کر ایک ناروا کام کرے[19]۔ اہلِ عرب کے ہاں زمانہ جاہلیت میں قبیلے، خاندان اور آباء سے متعلق حمیّت و عصبیت خوبی سمجھی جاتی تھی۔ جاہلی تاریخ کا ایک واقعہ ہے کہ قبیلہ ازد کا ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور برابر اپنے باپ کے لیے دعائیں مانگتا جا رہا تھا۔ کسی نے اسے کہا کہ تم اپنی ماں کے لیے کوئی دعا کیوں نہیں مانگتے؟ اس نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ تمیمیہ تھی یعنی وہ ہمارے قبیلہ ازد کی نہیں بلکہ قبیلہ تمیم کی تھی[20]۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: غزوہ تبوک (9ھ) میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماری۔ انصاری نے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟ یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ لوگوں نے واقعہ بتا دیا۔ آپ ﷺ فرمایا: دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ، اس طرح جاہلیت کی پکار چھوڑ دو، یہ نہایت ناپاک باتیں ہیں[21]۔ اس واقعہ میں ایک انصاری نے دیگر انصار کو اپنی مدد کے

لیے بلایا کہ مہاجر کے مقابلہ میں میری مدد کرو، اور ایک مہاجر نے دیگر مہاجرین کو اپنی مدد کے لیے بلایا کہ انصاری کے ساتھ لڑائی میں میری طرفداری کرو۔ ایسا ظن اور اعتقاد رکھنا اسلامی تعلیمات کے برعکس تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فوراً اس کی بیخ کنی فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا: يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کا فخر اور اپنے آباء واجداد کی وجہ سے تکبر کرنا تم سے دُور کر دیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: اب لوگ دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی اور کریم ہے اور دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بدکردار اور ذلیل ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے پیدا کیا ہے[22]۔ حضرت جُندَب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ [23] جو شخص تعصب کی طرف بلاتا یا تعصب کی مدد کرتا ہوا اندھے جھنڈے تلے مارا گیا تو اس کا قتل جاہلیت کا سا ہے۔

امام طبری (م 310ھ) نے حافظ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) کا قول نقل کیا ہے: حمیّتِ جاہلیت سے ایک مراد اہل عرب کا اپنے معبودوں کے متعلق عصبیت کا اظہار بھی ہے۔ وہ اللہ کے بجائے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کی ضد تھی کہ اپنے بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت نہیں کرنی[24]۔ ان کی یہی جاہلی حمیّت و عصبیت پوری شدّ و مد سے سامنے آئی جب صلح حدیبیہ (6ھ) ہوئی۔ مشرکینِ مکہ کے نمائندہ سہیل بن عمرو نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اور مُحَمَّد رَسُولُ اللَّهِ کے الفاظ معاہدے میں لکھنے سے انکار کیا اور مسلمانوں کو مکہ داخل ہونے سے منع کر دیا تھا۔ قرطبی (م 671ھ) نے ابن شہاب زہری (م 124ھ) کا قول لکھا ہے: یہ ان کی حمیّت تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا اور مسلمانوں کو دخولِ مکہ سے منع کیا۔ مقاتل بن حیان (م 150ھ) کا قول ہے: یہ جاہلی حمیّت تھی کہ اہل مکہ نے کہا تھا کہ مسلمانوں نے ہمارے بیٹوں اور ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب وہ ہمارے گھروں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ لات اور عزّیٰ کی قسم! اب یہ ہمارے گھروں میں کبھی داخل نہیں ہو سکیں گے[25].

قرآن مجید اہلِ مکہ کی اس حمیّتِ جاہلیت کو بیان کرتا ہے: وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام یعنی بیت اللہ کعبہ سے روکا اور قربانی کے اونٹوں کو ان کی قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا۔ اگر (مکہ میں) ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انہیں پامال کرو گے اور

اس سے تم پر حرف آئے گا (تو جنگ نہ روکی جاتی۔ روکی اس لیے گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرلے۔ وہ مومن الگ ہوگئے ہوتے تو (اہلِ مکہ میں سے) جو کافر تھے ان کو ہم ضرور سخت سزا دیتے۔ قرآن مجید میں مزید ہے: ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[26] (یہی وجہ ہے کہ) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ حمیّت بٹھالی تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی اور مومنوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر اہلِ مکہ کے اس رویّے کو بقول طبری (م310ھ) جاہلیت کی حمیّت اس لیے قرار دیا گیا انہوں نے جو کیا تھا وہ سب اہلِ کفر کا اخلاق تھا۔ ان میں سے کسی کا بھی حکم اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول نے ان کو نہیں دیا تھا[27]۔ جسٹس پیر کرم شاہ (م1998ء) کے مطابق اہلِ مکہ کی ضد بلا دلیل اور غیر محل تھی۔ اس کی وجہ محض ان کا تعصّب اور ہٹ دھرمی تھی[28]۔ مولانا مودودی (م1979ء) کا کہنا ہے: کفار مکہ خود جانتے اور مانتے تھے کہ ہر شخص کو حج اور عمرے کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا حق حاصل ہے اور کسی کو اس مذہبی فریضہ سے روکنے کا حق نہیں ہے۔ یہ عرب کا قدیم ترین مسلّم آئین تھا۔ لیکن اپنے آپ کو سراسر ناحق پر اور مسلمانوں کو بالکل بر سرِ حق جاننے کے باوجود انہوں نے محض اپنی ناک کی خاطر مسلمانوں کو عمرے سے روکا۔ وہ صرف اس خیال سے مزاحمت پر اڑے رہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگئے تو تمام عرب میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ یہی حمیّتِ جاہلیہ تھی[29]۔ اہلِ مکہ کی معیشت کا بڑا حصہ حج کے موقع پر لوگوں کی آمد میں پنہاں تھا لیکن اس کے آڑے بھی ان کی جاہلی حمیّت آگئی۔ جاہلی حمیّت افراد کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ علاقائی، نسلی اور گروہی وغیرہ عصبیتوں کی بنیاد پر دوسروں کی ناحق حمایت یا مخالفت یا کوئی ناروا کام کریں۔ جاہلی حمیّت ان عصبیتوں کی حمایت میں آفاقی نظریاتی انسانی اصولوں اور مسلّمہ اخلاقیات کا خون کرنے سے بھی باز نہیں آتی۔ یہ سب اسلامی نظریات و تہذیب کے منافی چیزیں ہیں۔

جاہلیّت کا حکم (حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ)

مقتدرِ اعلیٰ کی منشا کو حکم یا قانون کہتے ہیں۔ قانون دو طرح کے ہوتے ہیں: الٰہی قانون اور انسانی قانون۔ الٰہی قانون کے موافق کوئی انسانی قانون ہے تو درست ہے، ورنہ الٰہی قانون کے مخالف ہر قانون جاہلیت کا قانون ہے۔ سُدّیّ (م129ھ) کا قول ہے: حکم دو طرح کے ہوتے ہیں: حکم اللہ اور حکم جاہلیت[30]۔ پھر انہوں نے قرآن

مجید کی یہ آیت تلاوت کر دی: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾[31] توکیا پھر وہ جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ زمخشری (م538ھ) نے حسن (م110ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ عام ہے اور اس میں ہر وہ شامل ہے جو حکمِ الٰہی کے علاوہ کسی اور کا حکم چاہتا ہے۔ حکم کی دو اقسام ہیں: وہ حکم جو مبنی بر علم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔ دوسرا وہ حکم جس کی بنیاد جہل ہے اور ایسا حکم شیطان کا ہے[32]۔ امام طبری (م310ھ) کہتے ہیں: حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ سے مراد مشرکین کے وہ احکام ہیں جو انہوں نے اپنے بتوں کی پرستش کے متعلق بنا رکھے تھے، حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن آچکا تھا جو حق ہے اور جس کی مخالفت جائز نہیں ہے[33]۔ سید قطب مصری (شہید1966ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں یہ آیت جاہلیت کے مفہوم اور مدلول کو متعین کر دیتی ہے کہ مملکت میں انسان کی حکومت انسان پر چلے۔ یہ دراصل انسانوں کی جانب سے انسانوں کی غلامی، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا انکار اور اللہ کی حاکمیت کے نظریہ کو ترک کرنا ہے۔ یہ انکار اور ترک دراصل انسانوں کی حاکمیت کا اقرار ہے اور انسانوں کی بندگی اور پرستش ہے[34]۔ مفتی محمد شفیع (م1976ء) کہتے ہیں: خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جہل نہیں تو اور کیا ہے[35]. مولانا امین احسن اصلاحی (م1997ء) لکھتے ہیں: ﴿حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ کا لفظ ﴿مَا أَنْزَلَ اللهُ﴾ (جو اللہ نے نازل کیا) کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہر وہ قانون جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے خلاف ہے وہ جاہلیت کا قانون ہے، خواہ وہ قرونِ مظلمہ کی تاریکی میں وجود پذیر ہوا ہو یا بیسویں صدی کی روشنی میں[36]۔ بقول پیر کرم شاہ (م1998ء): جاہلیّت اس نظامِ حیات کو کہتے ہیں جہاں قانون سازی کا کامل اختیار خالقِ کائنات کو نہ ہو بلکہ انسانی اغراض اور خواہشات کے ہاتھ میں ہو۔ جہاں اقتدار و حکومت کی مسند پر وحی الٰہی کے بجائے انسان کا ناقص اور ناتمام علم قابض ہو[37]۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (م1948ء) نے حکم الجاہلیہ کو سکھاشاہی کی حکومت لکھا ہے[38]، یعنی جو حکومت کسی قانون اور ضابطے کی پابند نہیں ہوتی۔ اللہ کے نازل کردہ قانون کے بجائے اپنی اغراض و خواہشات کے قانون سے حکم چاہنا اور فیصلہ کروانا ان امور میں سے ہے جنہیں قرآن نے جاہلیت اور ایسے جاری کردہ فیصلہ و حکم کو حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ قرار دیا ہے۔

مشہور تابعی قتادہ (م117ھ) کا قول ہے کہ آیت: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ یہود کے مقتول سے متعلق ہے۔ اہلِ جاہلیت کے طاقتور لوگ کمزوروں اور ان کے بڑے طبقہ کے لوگ چھوٹے طبقہ کے لوگوں کے

حقوق کھا جایا کرتے تھے[39]۔ امام قرطبی (م671ھ) نے بیان کیا ہے: زمانہ جاہلیت میں معاشرہ کے بڑے اور چھوٹے لوگوں کے لیے الگ الگ قانون ہوتا تھا۔ یہود اپنے ہاں کمزور اور غریبوں پر تو حدود کی سزائیں نافذ کرتے لیکن طاقتور اور امیر طبقہ کے مجرموں پر حدود نافذ نہیں کیا کرتے تھے[40]۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م1810ء) بیان کرتے ہیں: بعض اہل روایت نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول بنی قریظہ اور بنی نضیر کے حق میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں نے درخواست کی تھی کہ ان کا فیصلہ وہی کیا جائے جو اہل جاہلیت کرتے تھے کہ جد اجد اقبائل کے مقتولوں میں نیچ اونچ کا لحاظ رکھتے اور ایک قبیلہ کے مقتول کو دوسرے قبیلے کے مقتول سے (قصاص اور دیت کے لحاظ سے) بڑا چھوٹا قرار دیتے تھے۔ آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی (جاہلیت کی طلب نہ کرنی چاہیے) آپ ایسا نہ کریں[41]۔ ابن ہشام (م213ھ یا218ھ) روایت کرتے ہیں: یہود کعب بن اسد، ابن صلوبا، عبد اللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: ہم محمد ﷺ کے پاس چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں ان کے دین سے پھیر دیں کیونکہ وہ بھی ایک بشر ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس وہ چاروں یہودی آئے اور کہنے لگے: اے محمد (ﷺ)! آپ جانتے ہیں کہ ہم علمائے یہود ان میں بڑے مقام و مرتبہ والے اور سردار ہیں۔ اگر ہم نے آپ کا اتباع کر لیا تو تمام یہود آپ کی پیروی کر لیں گے اور وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ ہمارا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہے۔ ہم آپ کو اپنا ثالث بنانا چاہتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ دیں گے۔ پھر ہم آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق بھی کریں گے[42]۔ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے متعلق یہ آیت نازل کر دی: ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ. أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾[43] پس اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ آپ ہوشیار رہیں کہ یہ لوگ آپ کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔ پھر اگر یہ منہ اس سے منہ موڑیں تو آپ جان لیں کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی پاداش میں ان کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ ہی کر لیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر فاسق ہیں۔ (اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

ابن جوزی (م 597ھ) نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہود آئے۔ بنو قریظہ نے کہا: یہ سب ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارا باپ اور دین ایک ہے۔ اگر وہ ہمارا کوئی آدمی قتل کر دیں تو وہ ہمیں کھجور کے 70 وسق دیں گے۔ اگر ہم ان کے کسی فرد کو قتل کر دیں تو وہ ہم سے 140 وسق وصول کریں گے۔ اگر ہم ان کے کسی آدمی کو قتل کر دیں تو وہ بدلے میں ہمارے دو آدمی قتل کریں گے۔ اگر ہم ان کی ایک عورت قتل کر دیں تو وہ اس کے بدلے میں ایک آدمی قتل کریں گے۔ پس آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتل اور دیت کے معاملہ میں بنو نضیر کو بنو قریظہ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر کے لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوں گے۔ ہم تو پہلے والے قانون ہی کو لیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ زجاج (م 311ھ) کا قول ہے: اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ کیا یہود ایسا فیصلہ چاہ رہے ہیں جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا، حالانکہ یہ یہود اہلِ کتاب ہیں۔ کیا اب بھی وہ ویسا ہی کرنا چاہ رہے ہیں جیسا وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے؟[44]۔

جاہلیتِ اولیٰ کا تبرّج (تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَىٰ)

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو خطاب ہے: اے نبی ﷺ کی بیویو! آپ عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر آپ اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ ﴿وَ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾[45] اور اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ آیت میں لفظ تبرّج استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں تبرّج برج سے ہے۔ ابن منظور (م 711ھ) لکھتے ہیں: ہر اونچی چیز جو دُور سے نمایاں ہو۔ بُروج کو بُروج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اونچے نمایاں ہوتے ہیں اور دُور سے دکھائی دیتے ہیں۔ تبرّج اسی سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے عورت کا اپنی زینت اور حسن و آرائش مَردوں کے لیے ظاہر کرنا، عورت کا اپنی زیب و زینت کو یوں ظاہر کرنا جس سے مَرد کو شہوانی دعوت ملتی ہو۔ عورت کا اپنی زیب و زینت کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا[46]۔ امام طبری (م 310ھ) نے لکھا ہے: زیب و زینت کا اظہار کرنا اور عورت کا اپنے حسن و جمال کو مَردوں کے لیے ظاہر کرنا تبرّج کہلاتا ہے[47]۔ سمرقندی (م 373ھ) لکھتے ہیں: تبرّج کا معنی ہے زیب وزینت کا اظہار اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نکلنے کو تبرّج کہتے ہیں[48]۔ مجاہد (م 103ھ) کا قول ہے: عورتیں مردوں کے درمیان چلا کرتی تھیں، یہی جاہلیت کا تبرج ہے[49]۔ مولانا مودودی (م 1979ء) لکھتے ہیں: تبرّج کے معنی عربی زبان

میں نمایاں ہونے، اُبھرنے اور کھل کر سامنے آنے میں ہے۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لیے عرب لفظ "برج" استعمال کرتے ہیں۔ "بُرج" کو برج اس کے ظہور وارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے۔ بادبانی کشتی کے لیے "بارجہ" کا لفظ اسی لیے بولا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دُور سے نمایاں ہوتے ہیں۔ عورت کے لیے جب لفظ تبرج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے: ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے، دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے اور تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے۔ یہی تشریح اس لفظ کی اہل لغت اور اکابر مفسرین نے کی ہے[50]۔

قرآن مجید میں یہاں لفظ تبرّج کے بعد جاہلیتِ اُولیٰ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے مراد، اس کی زمانی مدت اور اس زمانے میں لوگوں کے حالات سے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں:

1)- حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کا درمیانی زمانہ: امام طبری (م310ھ) نے تابعی الحکم (م115ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ یہ زمانہ آٹھ سو سالوں پر مشتمل ہے۔ اس دور کی عورتیں بُری ترین اور مرد خوبصورت ہوتے تھے[51]۔ ان لوگوں کے متعلق مذموم باتیں بیان کی گئی ہیں[52]۔

2)- حضرت نوح اور حضرت اِدریس علیہما السلام کا درمیانی عہد: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول جسے امام طبری (م310ھ) نے درج کیا ہے کہ یہ ایک ہزار سال کا زمانہ ہے[53]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس درمیانی زمانہ میں دو نسلیں آباد تھیں۔ ایک نرم زمین پر اور دوسری پہاڑ پر رہتی تھی۔ پہاڑی مرد خوش شکل اور عورتیں سانولی جبکہ زمینی عورتیں خوبصورت اور مرد سانولے تھے۔ انہیں بہکانے کے لیے زمین والوں کے پاس شیطان انسانی شکل میں آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنا شروع کر دیا۔ اس نے بانسری جیسی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا۔ انہیں یہ نئی آواز بہت پسند آئی۔ میلے کا ایک دن مقرر ہو گیا۔ عورتیں مردوں کے لیے اور مرد عورتوں کے لیے بن سنور کر آتے۔ ایک دن پہاڑ سے ایک شخص آیا اور اس نے میلے میں حسین عورتوں کو دیکھا۔ اس نے واپس جا کر اپنے لوگوں سے میلے کی عورتوں کے حسن کا تذکرہ کیا۔ پہاڑی لوگ بھی اس میلے میں آنے لگے۔ آہستہ آہستہ وہاں مرد وزن میں اختلاط بڑھ گیا اور ان میں فحش کاموں کا ارتکاب عام ہو گیا۔ یہی وہ جاہلیتِ اولیٰ کا تبرّج ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمایا ہے۔ یہ واقعہ امام طبری (م310ھ) کے علاوہ امام ابن کثیر (م774ھ) نے بھی بیان کیا ہے[54]۔

3)- حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا درمیانی عرصہ: یہ کلبی (م146ھ) کا قول ہے۔ ایک قول ہے: عورتیں موتیوں سے بنی ہوئی قمیص پہنتی تھیں جو دونوں جانب سے سلی ہوئی نہیں ہوتی تھیں۔ وہ باریک کپڑے پہنا کرتیں اور اپنے بدن کو نہیں چھپاتی تھیں[55]۔

4)- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ: ابن جوزی (م597ھ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ جاہلیت اولیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھی[56]. سمرقندی (م373ھ) نے کلبی (م146ھ) کا ایک یہ قول نقل کیا ہے: اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ عورت موتیوں سے بنی قمیص پہنتی، اس کے علاوہ اس نے کچھ اور نہیں پہنا ہوا ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ راستہ کے درمیان چلتی اور خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی۔ یہ نمرود کا زمانہ تھا اور تمام لوگ کفار تھے[57]۔

5)- حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا عہد: یہ تابعی ابو العالیہ (م96ھ) کی رائے ہے جسے ثعلبی (م427ھ) نے بیان کیا ہے۔ اس دور میں عورت کی موتیوں سے جڑی قمیص ہوتی جو دونوں جانب سے سلی ہوئی نہیں ہوتی تھی جس سے عورت کا جسم نظر آتا تھا[58]۔

6)- ایک رائے کے مطابق یہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین کا زمانہ ہے[59]۔

7)- حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عہد: طبری (م310ھ) کے مطابق ایسا کہنا بھی ممکن ہے۔ پھر یہ معنی ہوگا کہ مسلمان خواتین قبل از اسلام والی جاہلیت اولیٰ جیسی زیب وزیبائش کے مظاہرے نہ کریں[60]۔

8)- حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانی مدت: یہ تابعی شعبی (م104ھ) کے مطابق ہے[61]۔

9)- قبل از اسلام کا دور: بغوی (م516ھ) نے بیان کیا ہے کہ مشہور تابعی قتادہ (م117ھ) کی رائے میں یہ قبل از اسلام کا دور ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ جاہلیتِ اُولیٰ سے مراد قبل از اسلام کی جاہلیتِ کفر ہے[62]۔ ابن جوزی (م597ھ) نے زجاج (م311ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے: الاُولیٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ ہر متقدّم اوّل ہوتا ہے اور ہر متقدّمہ اُولیٰ کہلاتا ہے۔ پس یہاں مراد ہے کہ وہ لوگ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گزرے تھے[63]۔ قرطبی (م671ھ) لکھتے ہیں: جاہلیتِ اُولیٰ کا اسم اس مدت کے لیے ہے جو اسلام سے قبل تھا۔ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ ان سے قبل عورتوں کا جو وطیرہ تھا اس کی مخالفت کی جائے، جیسے نخرہ کرنا اور مردوں کے لیے اپنے محاسن ظاہر کرنا اور اس کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔ پس وہ اپنے گھروں ہی میں رہیں۔ اگر انہیں گھر سے باہر

نکلنے کی ضرورت ہو تو وہ ترک زینت اور کامل پردہ کی حالت میں ہوں[64]۔ ابن عطیہ (م 541ھ) کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو وہ اپنا چکی تھیں۔ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا طرزِ زندگی چھوڑ دیں جو شریعت سے پہلے کافروں کی زندگی تھی۔ ان کے ہاں کوئی غیرت نہیں تھی۔ عورتوں کا معمول حجاب کے بغیر رہنا تھا[65]۔ مقاتل بن حیان (م150ھ) کا قول ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورتیں دوپٹہ اپنے سروں پر ڈال لیتیں مگر اسے باندھتی نہیں تھیں جس سے ان کے کانوں اور گردنوں کے زیورات وزینت دوسروں کو نظر آتے تھے۔ یہ جاہلیت کا بناؤ سنگار تھا جس سے مومنات خواتین کو روکا گیا ہے[66]۔

جاہلیتِ اُولیٰ سے متعلق مندرجہ بالا تمام اقوال بعثتِ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے قبل زمانے میں پائے جانے والے تبرّج کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔ یہ وہ تبرّج ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو روکا گیا تھا۔

مولانا امین احسن اصلاحی (م1997ء) کے مطابق: "جاہلیتِ اُولی" سے حضرت نوح یا حضرت ادریس علیہما السلام کے عہد کی جاہلیت مراد لینے کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نہایت بلیغ طریقہ سے اس جاہلی تہذیب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے جس کو منافقین و منافقات اب تک اپنے سینوں میں لگائے یہ امید لیے بیٹھے تھے کہ اسلام کے ظہور سے اس کو جو دھکا لگا ہے یا لگنے کا اندیشہ ہے اس کے باوجود یہ باقی رہے گی۔ قرآن نے ان کی اسی امید پر ضرب لگانے کے لیے ان کو "جاہلیتِ اُولیٰ" سے تعبیر کیا کہ اب اس کو قصہ ماضی سمجھو۔ اسلام اور اسلامی تہذیب نے اس کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں اور اگر اس کے کچھ آثار باقی ہیں تو وہ بہت جلد مٹ کے رہیں گے[67]۔

مولانا اصلاحی اس کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں: منافق عورتیں ازواجِ نبی ﷺ کے دلوں میں بھی اسی طرح کے ارمان پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھیں جس طرح کے ارمان ان کے دلوں میں تھے۔ مثلاً وہ کہتیں کہ اگر آپ لوگوں کو ان (حضرت محمد ﷺ) کی قید سے رہائی حاصل ہو جائے تو وقت کے بڑے بڑے سردار آپ لوگوں کو نکاح کے پیغام دیں گے اور آپ بھی اسی طرح بن ٹھن کر زیب وزینت کے ساتھ شاپنگ اور سیر سپاٹے کے لیے نکلا کریں گی جس طرح امراء کی بیگمات نکلا کرتی ہیں۔ قرآن نے منافقات کی انہی پس پردہ وسوسہ اندازیوں اور بدآموزیوں کی طرف، تلمیح کرتے ہوئے، ازواج مطہرات کو یہ تلقین فرمائی کہ تم اپنے گھروں میں ٹِک کے بیٹھو، زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنی زینتوں کی نمائش کرتی نہ پھرو[68]۔ لہٰذا جاہلیتِ اولیٰ کا تبرّج زمانہ جاہلیت کی ان معاشرتی عادات واطوار کو ظاہر کرتا ہے جن سے لوگوں میں اخلاقی میں بگاڑ پیدا ہوا۔

جاہلیتِ اُخریٰ:

جاہلیتِ اُولیٰ کے بعد کوئی جاہلیتِ اُخریٰ نہیں ہے۔ بغوی (م 516ھ) اس رائے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پہلی جاہلیت کا ذکر ہو سکتا ہے خواہ زمانی اعتبار سے دوسری جاہلیت نہ ہی ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الأُولى﴾[69] اور یہ کہ اس (اللہ) نے ہلاک کیا عادِ اوّل کو، حالانکہ دوسری کوئی قومِ عاد نہیں ہے[70]۔

جاہلیتِ اُخریٰ بھی ہے۔ بغوی (م 516ھ) لکھتے ہیں: جاہلیتِ اولیٰ کے بعد والے کسی زمانہ میں جو قوم ان جیسے افعال کی مرتکب ہو گی وہ جاہلیت اُخریٰ ہے[71]۔ فخر الدین رازی (م 606ھ) نے لکھا ہے: ایک رائے یہ ہے کہ یہ ایسی اُولیٰ نہیں ہے جس کا لازمی طور پر کوئی اُخریٰ بھی ہو، بلکہ اس کا معنی جاہلیتِ قدیمہ کا تبرّج ہے جیسے یہ کہنا: أين الأكاسرة الجبابرة الأولى، کہاں ہیں اب وہ پہلے جابر حکمران؟[72] حالانکہ قدیم زمانوں کے ان جابر حکمرانوں کے بعد بھی ایسے حکمران پیدا ہوئے اور آئندہ بھی ایسا ہونا ممکن ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م 1810ء) کے مطابق جاہلیتِ اُولیٰ سے مراد ہے دورِ اسلامی سے پہلے کا زمانہ اور جاہلیتِ دوم ہے اسلام لانے کے بعد گناہِ کبیرہ کا ارتکاب[73]۔ مفتی محمد شفیع (م 1976ء) کے مطابق اس لفظ "الاُولی" میں یہ اشارہ ہے کہ اس کے بعد دوسری بھی کوئی جاہلیت آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی و بے پردگی پھیلے گی[74].

عہدِ اسلام میں جاہلیت کا امکان

اسلام نے صرف تیئیس سال کی مختصر مدت میں جاہلیت کے قانون و رواج کا سر کچل دیا تھا۔ غلبہ اسلام کے بعد جاہلیت کے شکست خوردہ عناصر کے لیے پورے شد و مد کے ساتھ ظاہر ہونا ممکن نہیں تھا۔ قبل ازیں جاہلیت کی جڑیں گہری اور وہ طویل عرصہ سے انسانوں کے طبائع و اخلاقیات پر مسلط رہی تھی۔ اس وجہ سے خیر القرون یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے زمانہ میں چند واقعات ملتے ہیں کہ جاہلیت کے بعض عناصر نے سر اٹھانے کی کوشش کی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک غلام کو بُرا بھلا کہا اور اسے اس کی ماں کی غیرت دلائی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: يَاأَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمْ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ[75]، اے ابوذر! کیا تم نے اسے اس کی ماں کی غیرت دلائی ہے؟ بیشک تم میں ابھی زمانہ جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے۔ ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر رکھا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس شخص کی والدہ عجمیہ تھی[76]۔ ایک اور واقعہ میں حضرت

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے جھگڑا کے دوران کہا: اے فلانہ کے بیٹے۔ یوں آپ نے اس شخص کو اس کی ماں کے حوالے سے زمانہ جاہلیت کی غیرت دلائی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: يَاأَبَاالدَّرْدَاء إِنَّ فِيكَ جَاهِلِيَّة، اے ابو درداء تم میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ اس موقع پر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ کہا تھا: فتمنّيتُ ان لو كنتُ ابتداتُ اسلامی يومئذ، کاش میں اس روز ہی اسلام لایا ہوتا[77]۔

ابن تیمیہ (م 728ھ) کہتے ہیں: جہاں تک مطلق زمانہ کا تعلق ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہو جانے کے بعد زمانے میں جاہلیت باقی نہیں رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں روزِ قیامت تک ایک گروہ ایسا ضرور رہے گا جو حق پر ڈٹا رہے گا۔ جہاں تک مطلق جاہلیت کا تعلق ہے تو یہ ممکن ہے کہ ایک شہر میں جاہلیت ہو جیسے کہ دارالکفار، اور دوسرے شہر میں نہ ہو۔ اسی طرح ایک شخص میں جاہلیت ہو جیسا کہ وہ قبل از اسلام کے زمانہ میں ہے، خواہ وہ دارالاسلام ہی میں رہتا ہو[78]۔ اسی طرح بعض مسلم علاقوں اور مسلمان افراد میں بھی جاہلیت ہو سکتی ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أربع في أمتي من أمر الجاهلية، میری امت میں چار امور جاہلیت میں سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا: إنك امرؤ فيك جاهلية تم ایسے شخص ہو جس میں زمانہ جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے[79]۔

جاہلیت کے کسی فعل کا ارتکاب کرنے والا کفر کا مرتکب نہیں ہو جاتا ہے۔ امام بخاری (م 256ھ) نے اپنی صحیح البخاری کی "کتاب الإیمان" میں ایک باب بنایا ہے: بَاب الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ لَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ[80]۔ معاصی جاہلیت کے کام ہیں جن کے ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہو جاتا، سوائے شرک کے"۔ اس کے علاوہ بھی متعدد نصوص و آثار پر مشتمل دلائل موجود ہیں جن کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔

الجاهلية کی عصری معنویت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حیاتِ طیبہ کے دور اور اس میں موجود لوگوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر الناس قرار دیا ہے۔ ان کے بعد والے زمانوں اور لوگوں میں خیر کا عنصر بتدریج کم ہوتا جا رہا ہے۔ جاہلیت کو نئے نئے طریقوں سے سامنے آنے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسا ہونے کا اشارہ حدیث: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ میں بھی ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ مفتی محمد شفیع (م 1976ء) کے مطابق آیت: ﴿وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ میں موجود آخری لفظ الْأُولى میں یہ اشارہ ہے کہ اس کے بعد دوسری بھی کوئی جاہلیت

آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی و بے پردگی پھیلے گی۔ وہ شائد اس زمانہ کی جاہلیت ہے جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے[81]۔

اس بحث کا ایک اور زاویہ بھی ہے۔ جاہلیت کسی مخصوص شکل کا نام ہے اور نہ ہی یہ کسی مخصوص زمانے اور علاقہ سے وابستہ کوئی چیز ہے۔ یہ ایک کیفیت اور حالت کا نام ہے جو کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ اور کسی بھی شکل میں سامنے آ سکتی ہے۔ اس زاویہ فکر کے ایک سرخیل سید قطب مصری (شہید1966ء) بھی ہیں۔ ان کے مطابق: جاہلیت معاشرے کی کسی مخصوص شکل اور تاریخ کے کسی خاص دور کا نام نہیں ہے بلکہ جاہلیت ایک کیفیت کا نام ہے جس کے مظاہر معاشرے کی حالت اور زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتے رہتے ہیں[82]۔ اس آیت ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ کی روشنی میں جاہلیت کا تعلق زمان و مکان سے نہیں ہے بلکہ جاہلیت ایک صورتِ حال کا نام ہے جو کل بھی تھی، آج بھی ہے اور آئندہ بھی ہو گی۔ لہٰذا جس چیز کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام کے مقابلے میں جاہلی صورتِ حال نہ اختیار کی جائے جو اسلام سے متصادم ہے[83]۔ وہ مزید کہتے ہیں: جاہلیت ایسی حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بے نیازی برتنے، اپنی خواہشات نفس کے اتباع کرنے اور اللہ کے نازل کردہ احکام سے روگردانی کرنے کے نتیجہ میں کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت رونما ہو سکتی ہے، خواہ انسانیت مادی ترقی، تہذیب و تمدن کے عروج اور فکری اور سیاسی ارتقاء کے لحاظ سے کتنی ہی بلند معراج تک پہنچ چکی ہو۔ گویا دوسرے الفاظ میں جاہلیت ہوائے نفس کے اتباع ہی کا دوسرا نام ہے[84]۔ ہر وہ معاشرہ جاہلیت پر قائم ہے جو بقول مولانا مودودی (م 1979ء) اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو[85]۔ بقول سید قطب (شہید1966ء) زمانہ جاہل نہیں، لوگ جاہل ہوتے ہیں[86]۔ وہ صرف عرب ہی نہ تھے جو اسلام سے بیشتر جاہلیت میں زندگی گزار رہے تھے بلکہ ان کی طرح ہر وہ قوم جاہلیت کا شکار قرار پائے گی جس نے ہدایت الٰہی سے انحراف کیا اور ہوائے نفس کی پیروی کی[87]۔ مفتی محمد شفیع (م1976ء) نے لکھا ہے کہ دینِ اسلام کی تبلیغ و تعلیم کے بعد ان پر عمل نہ کرنا مابعد کی جاہلیت ہے[88]۔

حاصل مطالعہ:

الْجَاهِلِيَّةُ ہر وہ طرزِ عمل ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو۔ اسلامی اور جاہلی طرزِ معاشرت میں فرق کی بہترین وضاحت ہمیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی نجاشی کے دربار میں کی گئی تقریر میں ملتی ہے۔ قرآن مجید میں "جاہلیت" کا تذکرہ چار صورتوں کے ساتھ کیا گیا ہے: ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ:

اللہ تعالیٰ کے متعلق باطل اعتقادات رکھنا ظنِ جاہلیت ہے۔ حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ: علاقائی، نسلی اور گروہی وغیرہ عصبیتوں کی بنیاد پر دوسروں کی ناحق حمایت یا مخالفت یا کوئی ناروا کام کرنا حمیّتِ جاہلیت ہے۔ حُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ: ہر وہ قانون اسلام کی ضد ہے جو ہوائے نفس کی تسکین و تکمیل کے لیے بنایا گیا ہو، جاہلی قانون ہے اور اس کے تحت فیصلہ چاہنا یا کرنا حکمِ جاہلیت ہے۔ تَبَرُّجُ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى: جاہلیتِ اولیٰ کا تبرّج زمانہ جاہلیت کی ان معاشرتی عادات و اطوار کو ظاہر کرتا ہے جن سے لوگوں میں اخلاقی میں بگاڑ پیدا ہوا۔ یہ چاروں جاہلی صورتیں اسلامی معاشرے کے لیے انتہائی خطرناک تھیں اس لیے قرآن نے فوراً اِن پر گرفت کی۔ قرآن کے لفظ: الأُولی میں یہ اشارہ ہے کہ اس کے بعد دوسری بھی کوئی جاہلیت آنے والی ہے۔ زمانہ اسلام میں جاہلیت کے کسی فعل کا مرتکب شخص کفر کا مرتکب نہیں ہو جاتا ہے۔ جاہلیت کا تعلق زمان و مکان کے بجائے صورتحال سے ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب کے خلاف معاشرہ جاہلیت پر قائم ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي (المتوفى: 666ھ)، مختار الصحاح، مكتبة لبنان 1986ء، باب الجيم، ص 49

Al-Rāzī, Zayn Al-Dīn Abu Abdullah Muḥammad bin Abi Bakr bin Abdul Qādir, Mukhtār Al-Ṣiḥāḥ) ,Lebanon: Maktaba, 1986) p 49

2 احمد امين (م1954ء)، فجر الإسلام، مطبعة الاعتماد بشارع حسن الاكبر بمصر 1/83–84

Aḥmad Amīn, Fajr al-Islam, (Egypt: Maktabatul I'temād) p 83-84

3 البخاری، محمد بن اسماعيل (م 265ھ)، صحيح البخاری، كِتَاب الْإِيمَانِ ،بَاب الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ، ابن کثير، دمشق، بيروت 1423ھ/2002م، ص 18

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Saḥiḥ Al-Bukhārī, (Damascus, Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2002), p 18

4 محمد بن علي التهانوي (م بعد 1158ھ) كشف اصطلاحات الفنون و العلوم، 1/ 547

Al-Thānavī, Muḥammad bin Ali, Kasshhāf Istalaḥāt Al-Funūn wa Al-'Ulūm, 1:547

5 مودودی، سيد ابوالاعلى(م 1979ء)،تفهيم القرآن، اداره تعمير انسانيت لاهور 1976ء، 91/4

Mawdūdī, Sayyid Abul A'lā, *Tafhīm ul Qur'ān*, (Lahore: Idāra Ta'mīr Insāniyat, 1976), 4:91

6 سید احمد حسن محذث دھلوی (م 1920ء)، احسن التفاسیر، المکتبة السلفیة شیش محل روڈ لاھور 1401ھ/1980ء، 66/2

Aḥmad Ḥasan, Sayyid, *Aḥsan Al-Tafasīr*, (Lahore: Al-Maktaba Al-Salafiyyah, 1980), 2:66

7 الترمذی، محمد بن عیسی (م279ھ)،سنن الترمذی و ھو الجامع الکبیر، کِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب وَمِنْ سُورَةِ الْحَجِّ، مرکز البحوث و قنیة المعلومات دارالتاصیل، القاھرة مصر 1437ھ/ 2016م، 186/4

Al-Tirmidhī, Muḥammad bin 'Īsā, *Sunan Al-Tirmidhī*, (Cairo, Dār Al-Taṣīl, 2016), 4:186

8 ابن تیمیة، احمد بن عبدالحلیم (م 728ھ)، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم ، دار اشبیلیة الریاض، 1419ھ/1998م، ص 254

Ibn-e-Taymiyyah, Aḥmad bin Abdul Ḥalīm, *Iqtiḍa Al-Ṣirāt Al-Mustaqīm*, (Al-Riyādh, Dār Ashbīliyah, 1998), p 254

9 تفصیل ملاحظہ ہو: ابن ھشام، عبدالملك(م 213ھ / 218ھ)، السیرة النبویة، دارالکتاب العربی بیروت 1410ھ/1990م، 362/1

Ibn-e-Hisshhām, *Al-Sīrah Al-Nabawiyyah*, (Beirut, Dār Al-Kitāb Al-Arabi, 1990), 1:362

10 احمد امین، فجر الإسلام 92/1، متن کا اردو ترجمہ: فجر الإسلام، مترجم عمر احمد عثمانی، ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور1967ء، 251/1- 252

Aḥmad Amīn, *Fajr Al-Islam*, (Lahore, Idāra Ṭaluʿ Islam, 1967), 1:251-252

11 السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (م1790ء)،تاج العروس من جواھر القاموس، الباب النون، مؤسسة الکویت 1421ھ/2001م، 365/15

Al-Zabīdī, Muḥammad Murtaḍa Al-Ḥusaynī, *Tāj Al-'Urūs min Jawāhir Al-Qamūs*, (Kuwait, Mu'assisa Al-Kuwait, 2001), 15:365

12 تفصیل دیکھیں: آل عمران3: 153، 154

Āl-'Imrān, 3:153-154

13 الزمخشری، ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الخوارزمی (م 538ھ)، تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، دارالمعرفة بیروت لبنان 1430ھ/2009م، ص 200

Al-Zamakhsharī, Jārullah Maḥmood, *Tafsīr Al-Kasshhāf*, (Beirut, Dār Al-Ma'rifah, 2009), p 200

14 ال عمران3: 154

Āl-‘Imrān, 3:154

15 ابن القيم ،شمس الدين ابی عبدالله محمد بن ابی بکر الجوزية (م 751ھ)، زاد المعاد فی هدی خير العباد، دارالکتاب العربی بيروت 1425ھ/ 2005م، ص 506

Ibn Al-Qayyim, Muḥammad bin Abi Bakr, *Zād Al-Muaʿād fi Hadyi Khair Al-Ibād*, (Beirut, Dār Al-Kitāb Al-Arabi, 2005), p 506

16 قاضی ثناء الله پانی پتی (م 1810ء)، تفیسر مظهری، دارالاشاعت اردو بازار کراچی 1999، 261/2

Sanā’Ullah, Qaḍī, *Tafsīr Maẓharī*, (Karachi, Dār Al-Ishā’at, 1999), 2:261

17 اصلاحی، امین احسن (م 1997ء)،تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن لاہور 2009ء/1430ھ، 196/2

Iṣlaḥi, Amīn Aḥsan, *Tadabbur-e-Qur’ān*, (Lahore, Farān Foundation, 2009), 2:196

18 الطبری، ابوجعفر محمد بن جرير (م 310ھ)، جامع البيان عن تاويل آي القرآن، مركز البحوث والدراسات العربية والاسلامية بدار هجر القاهرة 1422ھ/2001م- القرطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد (م671ھ)، الجامع لأحكام القرآن فی المبيّن لما تضمّنه من السنّة و آي الفرقان، 335/19، مؤسسة الرسالة بيروت 1427ھ/2006م، 309/21

Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Jamiʿ Al-Biyān* (Cairo, Centre for Research and Studies of Arabic and Islam, 2001), Al-Qurṭubī, Muḥammad bin Aḥmad, *Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur’ān*, (Beirut, Mu’assasatul Risālah, 2006), 21:309

19 مودودی، سید ابوالاعلی (م 1979ء)، تفهيم القرآن، اداره ترجمان القرآن لاہور 1976ء، 60/5

Mawdūdī, Sayyid Abul Al-‘Alā, *Tafhīm Al-Qur’ān*, (Lahore, Idāra Tarjamān Al-Qur’ān, 1976), 5:60

20 احمد امين (م1954ء)، ضحی الاسلام، مطبعة الاعتماد بشارع حسن الاكبر لصاحبها محمود الخضری 1352ھ/1934ء،ص 20

Aḥmad Ameen, *Ḍhuḥā Al-Islām*, (MAṭba’ al-‘Itemād, 1934), p 20

21 البخاری، محمد بن اسماعيل (م 256ھ) صحيح البخاری، كتاب تفسير القرآن، سورة المنافقون، بَاب قَوْلُهُ: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ، ص 1241

Al-Bukhārī, *Ṣaḥiḥ Al-Bukhārī*, Chapter Tafsīr Al-Qur’ān, p 1241

22 الترمذی، كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، باب وَمِنْ سُورَةِ الْحُجُرَاتِ، 251/4، 252

Al-Tirmidhī, *Sunan Al-Tirmidhī*, 4:251-252

23 مسلم، مسلم بن الحجاج (م261ھ)، صحيح مسلم، كِتَاب الْإِمَارَةِ، باب وُجُوبِ مُلَازَمَةِ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وَفِي كُلِّ حَالٍ وَتَحْرِيمِ الْخُرُوجِ عَلَى الطَّاعَةِ وَمُفَارَقَةِ الْجَمَاعَةِ، دار طيبة بالرياض 1427ھ/2006م، ص 896

Muslim, Muslim ibn Al-Ḥajjāj, *Ṣaḥiḥ Muslim*, (Al-Riyādh, Dār Ṭaybah, 2006) p 896

24 القرطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد (م 671ھ)، الجامع لأحكام القرآن فی المبيّن لما تضمّنه من السنّة و آي الفرقان، مؤسسة الرسالة بيروت،1427ھ/2006م، 335/19

Al-Qurṭubī, *Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān*, (Beirut, Mu'assasatul Risālah, 2006), 19:335

25 حوالہ بالا 335/19

Ibid, 19:335

26 الفتح48: 25-26

Al-Fatḥ, 48:25-26

27 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن، 309/21

Al-Ṭabarī, *JamiʿAl-Biyān,* 21:309

28 پیر کرم شاہ(م1995ء)، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور 1995ء، 562/4

Pīr Karam Shah, *Ḍiā Al-Qur'ān*, (Lahore, Ḍiā Al-Qur'ān Publications, 1995), 4:562

29 مودودی، تفہیم القرآن، 60/5

Mawdūdī, Tafhīm Al-Qur'ān, 5:60

30 السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر (م 911ھ)،الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، دارالفکر بیروت لبنان 1433ھ/2011م، 98/3

Al-Suyūṭī, Abdul Raḥmān bin Abi Bakr, *Al-Durr Almanthūr fi Tafsīr bil Mathūr*, (Beirut, Dār Al-fikr, 2011), 3:98

31 المائدۃ4: 50

Al-Mā'idah, 4:50

32 الزمخشری، ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر (م538ھ)، تفیسر الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، دارالمعرفۃ بیروت لبنان 1430ھ/2009م، ص 294

Al-Zamakhsharī, Jārullah Maḥmood, *Tafsīr Al-Kasshhāf*, (Beirut, Dār Al-Ma'rifah, 2009), p 294

33 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن 503/8

Al-Ṭabarī, *JamiʿAl-Biyān,*8:503

34 سید قطب (م 1966ء)، فی ظلال القرآن، دار الشروق القاهرة 1972ء، 542/2

Sayyid Quṭub, *Fī Ẓilāl Al-Qur'ān*, (Cairo, Dār Al-Shurūq, 1972), 2:542

35 مفتی محمد شفیع(1976ء)، معارف القرآن، مکتبۃ معارف القرآن کراچی 1429ھ/2008ء 159/3

Muḥammad Shafīʿ, Muftī, *Mu'ārif Al-Qur'ān*, (Karachi, Maktiba Muaʿrif Al-Qur'ān, 2008), 3:159

36 اصلاحی، تدبر قرآن 537/2

Iṣlaḥi, *Tadabbur-e-Qur'ān*, 2:537

37 پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن 480/1

Pīr Karam Shah, *Ḍiā Al-Qur'ān*, 1:480

38 ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (1948ء)، تفسیر ثنائی، مکتبہ قدسیہ اردو بازار لاہور 2002ء، 363/1

Thanāullah Amartsarī, *Tafsīr Thanā'ī*, (Lahore, Maktaba Qudsiyah, 2002), 1:363

39 السیوطی، الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، 97/3

Al-Suyūṭī, Al-Durr Almanthūr fi Tafsīr bil Mathūr, 3:97

40 القرطبی، الجامع لأحكام القرآن 43/8

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 8:43

41 ثناء الله، القاضی محمد العثمانی الحنفی المظهری (1125ھ)، تفسیر المظهری، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1425ھ/2004م، 337/3

Thanāullah, Muḥammad Al-Uthmānī, *Tafsīr Al-Maẓharī*, (Beirut, Dār Iḥyā Al-Turāth Al-Aʿrabi, 2004), 3:337

42 ابن هشام، السيرة النبوية ﷺ، 208/2

Ibn-e-Hishām, *Al-Sīrah Al-Nabawiyyah* ﷺ, 2:208

43 المائدة4: 50

Al-Māʼidah, 4:50

44 ابن الجوزی، ابوالفرج جمام الدين عبدالرحمن بن على (م 597ھ)، زاد المسير فی علم التفسير، المكتب الاسلامی، دار ابن حزم بيروت لبنان، 1423ھ/2002م، ص 389-390

Ibn Al-Jawzī, Aʿbdur Raḥmān bin Aʿli, *Zād Al-Masīr fi ʿIlm Al-Tafsīr,* (Beirut, Al-Maktab Al-Islami, 2002) p 289-390

45 الأحزاب33: 32، 33

Al-Aḥzāb, 33:32-33

46 محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري (م711ھ)،لسان العرب، حرف جيم، برج، دار صادر، بيروت، 211/2

Ibn Al-Manẓūr, Muhāmmad bin Mukrim, *Lisān Al-Aʿrab*, (Beirut, Dār Ṣādir), 2:211

47 الطبری، جامع البيان عن تاويل آي القرآن 97/19

Al-Ṭabarī, *Jamiʿ Al-Biyān,* 19:97

48 السمرقندی، ابوالليث نصر بن محمد بن احمد (م325ھ)، بحرالعلوم، دارالكتب العلمية بيروت لبنان 1413ھ/1993م، 49/3

Al-Smarqandī, Naṣr bin Muḥammad, *Baḥr ul ʿUlūm*, (Beirut, Dār Al-Kutub Al-Iʿlmiya, 1993), 3:49

49 القرطبی، الجامع لأحكام القرآن 142/17

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 17:142

50 مودودی، تفہیم القرآن، مکتبة تعمیر انسانیت لاهور 1976ء، 91/4

Mawdūdī, Tafhīm Al-Qur'ān, 4:91

51 الطبری، جامع البيان عن تاويل آي القرآن 98/19

Al-Ṭabarī, *Jamiʿ Al-Biyān,* 19:98

52 القرطبی، الجامع لأحكام القرآن 142/17

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 17:142

53 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن 98/19

Al-Ṭabarī, *JamiʿAl-Biyān,*19:98

54 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن 98/19-99- ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ 183/6-184

Ibid, 19:98-99, Ibn Kathīr, *Al-Bidāyah wa Al-Nihāyah*, 6:183-184

55 القرطبی، الجامع لأحکام القرآن 142/17

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 17:142ٍ

56 ابن الجوزی، زاد المسیر، 1124

Ib'n Al-Jawzī, *Zād Al-Masīr*, p 1124

57 السمرقندی، بحر العلوم، 49/3

Al-Smarqandī, *Baḥr ul ʻUlūm,* 3/49

58 الثعلبی، ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراهیم (م427ھ)، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، دار التفسیر جدۃ 1436ھ/2015م، 420/21

Al-Tha'labī, Aḥmad bin Muḥammad, Al-Kashf wa Al-Biyān aʼn Tafsīr Al-Qur'ān, (Jeddah, Dār-Al-Tafsīr, 2015), 21:240

59 القرطبی، الجامع لأحکام القرآن 142/17

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 17:142

60 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن 99/19

Al-Ṭabarī, *JamiʿAl-Biyān,*19:99

61 ثعلبی، الکشف و البیان 420/21

Al-Tha'labī, Al-Kashf wa Al-Biyān, 21:240

62 البغوی، ابومحمد محمد بن الحسین بن مسعود (م516ھ)، تفسیر البغوی "معالم التنزیل"، دار طیبۃ الریاض 1411ھ، 350/7

Al-Baghawī, Muḥammad bin Al-Ḥussayn bin Masuʼd, *Tafsīr Al-* Baghawī, (Al-Riyādh, Dār Ṭaybah, 1411ھ), 7:350

63 ابن الجوزی، زاد المسیر، ص 1124

Ibn Al-Jawzī, *Zād Al-Masīr*, p 1124

64 القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 143/17

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li Aḥkām Al-Qur'ān, 17:143

65 حوالہ بالا 142/17

Ibid, 17:142

66 ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ، 183/6

Ibn Kathīr, Al-Bidāyah wa Al-Nihāyah, 6:183

67 اصلاحی، تدبر قرآن، 222/6

Iṣlaḥi, *Tadabbur-e-Qur'ān*, 6:222

68 حوالہ بالا، تدبر قرآن، 221/6

Ibid, 6:221

69 النجم53: 50

Al-Najm, 53:50

70 البغوی، تفسیر البغوی 350/7

Al-Baghawī, *Tafsīr Al-* Baghawī, 7:350

71 حوالہ بالا، 350/7

Ibid, 7:350

72 فخرالدین الرازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن (م604ھ)، تفسیر الفخر الرازی المشتھر بالتفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، دار الفکر بیروت لبنان، 1401ھ/1981م، 210/25

Fakhr Al-Dīn Al-Rāzī, Muḥammad bin Umar, *Tafsīr Al-Fakhr Al-Rāzī*, (Beirut, Dār Al-Fik'r, 1981), 25:210

73 ثناء اللہ، تفیسر مظھری 250/9

Thanāullah, *Tafsīr Maẓharī*, 9:250

74 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن 133/7

Muḥammad Shafī, *Muārif Al-Qur'ān*, 7:133

75 مسلم، صحیح مسلم، كِتَاب الْمناسك، بَاب حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 465/3

Muslim, *Ṣaḥiḥ Muslim*, 3:465

76 البخاری، صحیح البخاری، كِتَاب الْإِيمَانِ ،بَاب الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ، ص 18

Al-Bukhārī, Ṣaḥiḥ Al-Bukhārī, p 18

77 الطبری، جامع البیان عن تاویل آي القرآن 19/99-100

Al-Ṭabarī, *Jami Al-Biyān,*19:99-100

78 ابن تیمیة، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم، ص 258

Ibn-e-Taymiyyah, Iqtiḍā Al-Ṣirāṭ Al-Mustaqīm, p 258

79 حوالہ بالا، ص 259

Ibid, p 259

80 البخاری، صحیح البخاری، كِتَاب الشَّهَادَاتِ، بَاب لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ، ص 18

Al-Bukhārī, Ṣaḥiḥ Al-Bukhārī, p 18

81 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن 133/7

Muhammad Shafī, *Muārif Al-Qur'ān*, 7:133

82 سید قطب ،جدید جاھلیت، البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاھور 1980ء، ص13

Sayyid Qutub, *Jadīd Jāhiliyat,* (Lahore Al-Badar Publications, 1980), p 13

83 سید قطب، فی ظلال القرآن 542/2، ادارہ منشورات اسلامی، ملتان روڈ لاہور 1997ء

Sayyid Quṭub, *Fi Ẓilāl Al-Qur'ān*, (Lahore, Manshurāt Islami, 1997) 2:542

84 سید قطب، جدید جاهلیت،ص14

Sayyid Qutub, *Jadīd Jāhiliyat*, p 14

85 مودودی، تفهیم القرآن، 91/4

Mawdūdī, Tafhīm Al-Qur’ān, 4:91

86 سید قطب، فی ظلال القرآن 382/5

Sayyid Quṭub, Fi Ẓilāl Al-Qur’ān, 5:382

87 سید قطب، جدید جاهلیت،ص14

Sayyid Qutub, *Jadīd Jāhiliyat*, p 14

88 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن 125/7

Muḥammad Shafī, *Muārif Al-Qur’ān*, 7:125